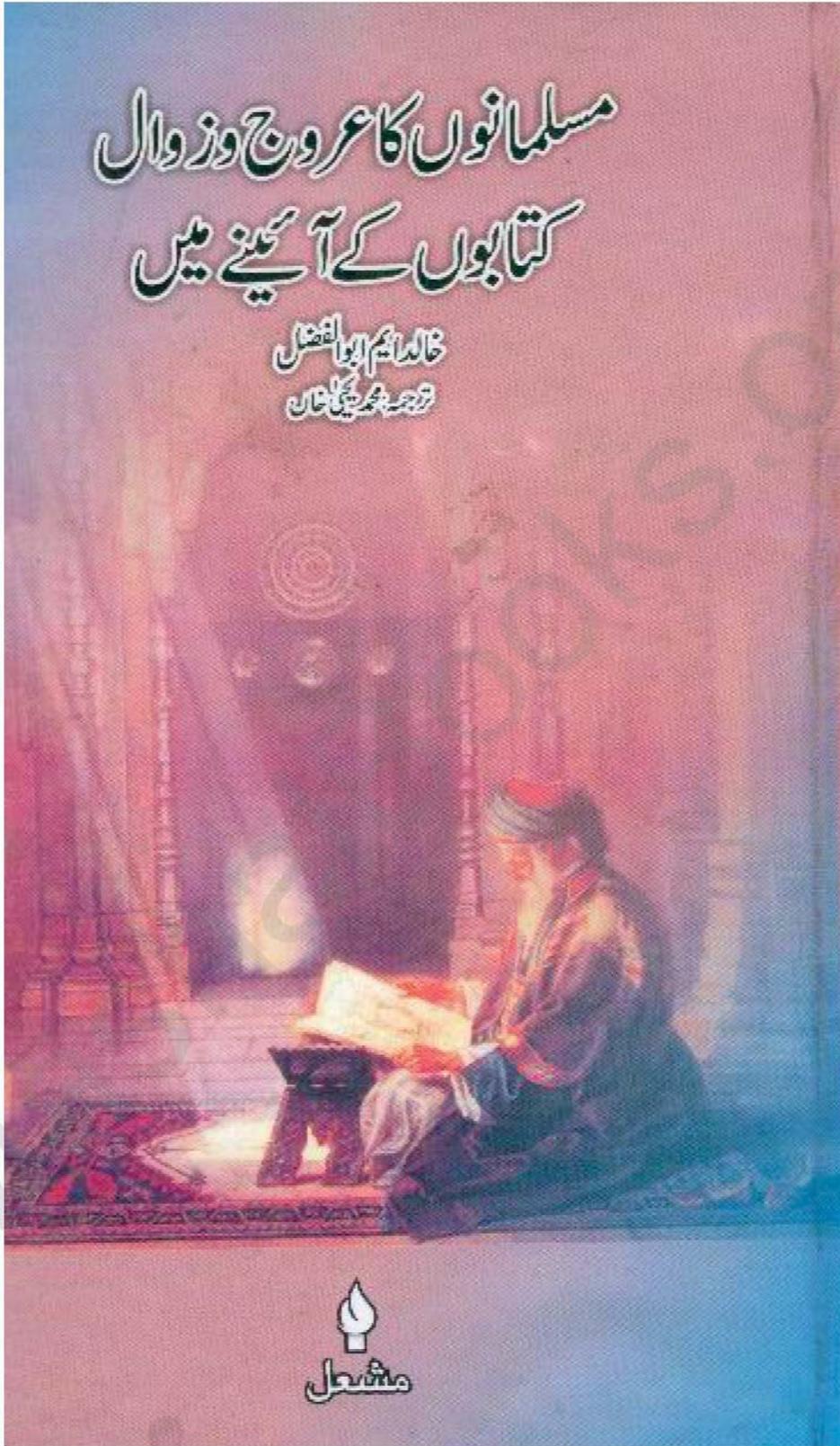


# مسلمانوں کا عروج و زوال کتابوں کے آئینے میں

خالد نجم ابوالفضل  
تحریر محمد عیاض



  
مشعل

# مسلمانوں کا عروج و زوال کتابوں کے آئینے میں

خالد ایم ابو الفضل

ترجمہ: محمد یحییٰ خاں

مشعل بکس

آر۔بی۔۵، سینڈفلور

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور۔ 54600، پاکستان

# مسلمانوں کا عروج و زوال کتابوں کے آئینے میں

خالد ایم ابوالفضل  
ترجمہ: جاوید اقبال

کاپی رائٹ اردو (c) 2004 مشعل بکس

ناشر: مشعل بکس

آر۔بی۔۵ سینٹر فلور

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور۔ 54600 پاکستان

فون و فیکس 042-35866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk

<http://www.mashalbooks.org>

## فہرست

7	عرض مترجم
10	اظہار تشکر
12	دیباچہ
21	”دی کانفرنس آف بکس“
27	رات کا ملاقاتی
32	ذہانت کے ڈاکو
39	امریکہ نسل پرستی کے چنگل میں
42	کتابوں کی تہذیب
49	لائٹنا ہی کانفرنس
52	کچھ دعا بازی کے بارے میں
56	ایک دعا
60	کتابیں اٹھانے والے گدھے
64	روح کا قتل..... ایسی بیٹیاں کہاں جائیں؟
68	زیادہ جاننے والا کون؟
72	عورت..... قانونی موٹو گائیڈوں کی زد میں
75	طاقت کا صحیح اور غیر صحیح استعمال
78	فرمانبرداری کی حدود

82	اولاد کا دکھ
87	دہشت گردی کی اقسام
90	فون کیجئے..... فتویٰ حاضر
93	طلب العلم اور مسلمان
97	نیویارک سٹی کے ”ہم دھماکے“
100	گناہ سے بچنے کا ”نسخہ“
103	کتابوں کا قتل عام
106	حق والدیت
110	مکھیوں کا قتل؟
113	خطبہ ایک جمعے کا
116	ایک نسل کا بوجھ
120	معافی کی منطق
124	فرد اور جماعت کا توازن
127	تلاشِ جمال
130	دہشت گردی بمقابلہ بالادستی
134	آرزوئے اخوت
137	تہذیب ”ممنوعات“
141	گرفقار محبت
145	حسن و قبح پر ایک لیکچر
150	ایک رات قلم کے ساتھ
155	ابن رشد کو خراج تحسین
162	محبوب کی سنت
166	نکاح ناموں کی آڑ میں
170	کتاب تاریخ کا ایک صفحہ
174	جنونی گروہ..... بھڑوں کا چھتہ

178	خاموشی کی راست گوئی
182	وحشی خاوند
194	بیویوں سے وحشیانہ سلوک..... 2
207	ستائش گوشہ نشینی
210	نغمہٴ محبت
213	میرے شیخ کی الوداعی نصیحت
220	استغاریوں کا تعصب
228	ایک شیخِ کامل سے مکالمہ
235	پد بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
245	”کتاب الارحاء“..... معطل فیصلے
256	نبیؐ کے خواب دیکھنا
269	عورتیں بطور نوآبادی
276	محبوب کا نقشِ پا
280	شادی ذریعہٴ قرب الہی
293	حسن کے موتی
309	ذہین بھگوڑا
315	اور جب شیطان بول اٹھے گا
320	کتاب اللہ میں تحریف
335	ایک یاد دہانی
359	اہل علم کی راہ
374	ہائے مظلوم بچے
377	کارگزاریِ شب
382	آخری منزل اور گوہر مقصود
388	شخصی خاکے

## عرض مترجم

ڈاکٹر خالد ابو الفضل، مصری ہیں اور آج کل امریکہ کے شہر لاس اینجلس میں مقیم ہیں اور پیشے کے لحاظ سے یونیورسٹی میں استاد قانون ہیں۔ انہیں محض ”استاد قانون“ کہنے سے ان کا تعارف مکمل نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس سے بہت بڑھ کر ہیں۔ انہوں نے دینی علوم کے ساتھ دنیوی علوم میں بھی گہری دسترس حاصل کی ہے اور فلسفہ، تاریخ، تفسیر، فقہ اور سیرت کے موضوعات کے سمندر میں گہری غواصی کر چکے ہیں۔ وہ جس قوم کے فرد ہیں اس کے غم و عیش دونوں میں دل و جان سے شریک ہیں۔ وہ اسباب عروج کے ساتھ ساتھ اسباب زوال امت سے بھی باخبر ہیں۔ دونوں زمروں کے اسباب کا مرکزی نقطہ ان کے نزدیک مسلمانوں کا علوم قرآنی سے شغف رکھنا اور بعد میں ان سے گریز کا رویہ اپنالینا تھا۔ یعنی جب تک وہ تحقیق و جستجو کی راہ پر گامزن رہے ان کے شب و روز اور تھے اور جب وہ علمی تگ و دو سے کنارہ کش ہو گئے تو معاند قوتوں کے زور سے غم میں پھنستے چلے گئے۔

جسد اجتماعی میں پیدا ہونے والی خرابیاں معاشرے میں عدم توازن پیدا کرتی ہیں اور شدید قسم کا عدم توازن معاشرتی اکائی یعنی خاندان میں پیدا ہوا جہاں مرد نے عورت کو اپنی غلام بنا لیا اور اس کا جواز قرآن میں تلاش کیا۔ مصنف کتاب ہذا کو امریکہ میں آباد مسلمانوں میں پیدا ہونے والی اس خرابی سے شدید رنج پہنچا چنانچہ اس نے نہ صرف کئی خاندان میں طلاق اور نان نفقہ کے متعدد مسائل سلجھائے بلکہ حقوق زوجین کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے کئی مناظرے بھی کئے۔ مردوں نے اپنی برتری کے بے جا زعم کے تحت ”الرجال قوامون علی النساء“ کی آیت کو غلط معنی پہنانے کی جو کوششیں کیں

مصنف نے اس پر ان کی سخت گرفت کی ہے۔

اس ضمن میں ان کے علم میں خاندانوں کے اندر عورت کے جنسی استحصال کی سنگین وارثیں بھی لائی گئیں۔ جنہیں سن کر انسان کے روگئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ مرد جو اجتماعی سطح پر ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور کمزور قوموں پر طاقتور قوموں کی طرف سے بالادستی قائم کرنے کو ظلم عظیم قرار دیتا ہے اپنے خاندان کے اندر جہاں وہ خود بالادست ہے بدترین آمریت قائم کر لیتا ہے اور اس کا جواز قرآنی تعلیمات میں سے ”برآمد“ کرتا ہے۔ فاضل مصنف نے مسلمانوں کو حضور اکرم کی خاندانی زندگی کی طرف توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ جن آیات قرآنی سے تم اپنے مطلب کی بات اور اپنی آمریت کا جواز نکالتے ہو وہ جس ہستی پر نازل ہوئی تھیں وہ تو اپنی ازواج مطہرات کے لیے سراپا رحمت اور شفقت تھے اور تم اسی قرآن کے احکامات کو زیر دست آزاری کے لیے سند جواز بنا رہے ہو۔ ایک نافرمان شناس شوہر کو مطیع فرمان الہی بیوی پر فوقیت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

مصنف نے اپنی ”کانفرنس آف بکس“ کے ذریعہ جو اس کی شب بیداریوں کی معمولات کا حصہ ہے، ماضی کے مصنفین سے ”شرف کلام“ حاصل کیا اور انہیں ان کے وقت کے حکمرانوں اور معاصرین کے ہاتھوں جواذیتیں پہنچیں اس پر انہیں پرسہ دیا یہ مصنف کا ایک زبردست تخیلاتی کارنامہ ہے کہ وہ پوری پوری رات، کتابوں سے بھرے ہوئے اپارٹمنٹ میں یہ گرانقدر تصانیف اپنے سامنے رکھ کر ان کی روحوں سے گفتگو کرتا ہے، جس طرح مرید ہندی (اقبال) اور پیررومی (مولانا روم) آپس میں محو کلام رہتے تھے۔

ہم یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ آج ہم جن بڑی بڑی شخصیات کے علمی کارناموں سے مستفید ہوتے ہیں اور جن کا ذکر آنے پر ہی ہمارے سرادب سے جھک جاتے ہیں وہ اپنے دور میں کن کن اذیتوں کا شکار رہے تھے۔ انہیں نہ صرف قید و بند کی صعوبتوں میں سے گزرنا پڑا بلکہ سرعام پٹائی، کوڑے زنی اور پھر جلا وطنی تک نوبت آگئی۔ امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام مالک، امام نسائی، امام ابن تیمیہ، ابن قیم، امام نووی، الطبری، البیہادی، ابن کثیر اور دیگر سینکڑوں نام گوائے جاسکتے ہیں جنہیں معاصرین کی چیرہ دستیوں سے سابقہ پڑا۔ فاضل مصنف نے ان کی ابتلاؤں کا سرسری جائزہ لیا ہے تاہم اہل ذوق حضرات ان کے تفصیلی حالات جاننا چاہیں تو کئی کتابیں موجود ہیں۔

ڈاکٹر خالد ابوالفضل نے آج کی مظلوم قوموں بالخصوص مسلمانوں کے ناگفتہ بہ حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے دنیا کی متمدن اقوام کے اس رویے پر شدید احتجاج کیا ہے کہ وہ دوسروں پر اپنی بالادستی قائم کرنے کے لیے ظلم کی ہر شکل کو جائز سمجھتی ہیں اور مظلوموں کے رد عمل کو دہشت گردی قرار دیتی ہیں۔ یہ غیر منطقی رویہ ہے اور ”بھیڑیے اور میمنے“ کی کہانی کا اعادہ ہے۔ کاش کہ دنیا کو تہذیب سکھانے کی دعویدار اقوام خود بھی مہذب رویہ اختیار کر سکتیں۔

مجھے یقین ہے کہ قارئین کرام اس کتاب کو جو سینکڑوں کتابوں پر بھاری ہے نہایت مفید پائیں گے۔

محمد یحییٰ خان

ایم اے ایل ایل بی

20 مئی 2004ء

## اظہار تشکر

یہ مضامین عرصہ پانچ سال میں لکھے گئے، ان میں سے تقریباً نصف 1994ء سے اب تک رسالہ "THE MINARET" میں چھپ چکے ہیں باقی کہیں بھی شائع نہیں ہوئے۔ میں ان کی اشاعت پر اس رسالے کی انتظامیہ کا شکر گزار ہوں۔ ان میں سے زیادہ تر مضامین مسلمانوں اور غیر مسلموں سے بحث مباحث کے نتیجے میں وجود میں آئے۔ میں نے ان خواتین و حضرات کے نام استعمال نہیں کئے۔ اس مقصد کے تحت بعض واقعات میں بھی معمولی سا رد و بدل کرنا پڑا ہے تا کہ ان لوگوں کی شناخت نہ ہو سکے۔ نام سامنے نہ لانے پر ان کی دل آزاری ہوئی ہو تو میں ان سے معافی چاہتا ہوں۔ علاوہ ازیں میں نے بعض نام ان کی سکیورٹی کے خیال سے تبدیل کئے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ میں ان کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے ان کے پورے اور معروف نام لے سکوں مگر ایسا نہ ہو سکا تاہم یہ بات باعث اطمینان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آئے جب مسلمان بلا خوف و خطر زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں۔

اس مواد کو کتاب کی صورت میں پیش کرنے میں مجھے یونیورسٹی پریس آف امریکہ (U.P.A) کے ایڈیٹروں اور ریڈروں کا سرگرم تعاون حاصل نہ ہوتا تو میری یہ خواہش کبھی پوری نہ ہو سکتی۔ میں یو پی اے کی انتظامیہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کو قابل اشاعت سمجھا اور اسے زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ مجھے یونیورسٹی آف کیلیفورنیا لاس اینجلس (UCLA) لاء سکول اور انسٹی ٹیوٹ فار "اصولی تھٹ" (Usuli Thought) سے بھی مفید تعاون حاصل تھا جس کی وجہ سے میں نے اپنے تمام خیالات کو کاغذ پر منتقل کرنا شروع کر دیا، میں ان کے زیر بار احسان ہوں۔ میں بک ایڈیٹر جیمز واویل کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جن کی پیشہ وارانہ استعداد قابل ستائش ہے۔ میں ان تمام افراد کا تہہ دل سے ممنون ہوں

جنہوں نے مجھے اس کام کے لئے وقت دیا، میرا ہاتھ بنایا اور میری بھرپور حوصلہ افزائی کی۔ میں سب سے زیادہ اپنے والدین مدحت ابوالفضل اور عفاف الخمر اور اپنے اساتذہ اور شیوخ کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھے موجودہ صورت میں ڈھالا، میرے دل میں علم اور حُسن سے محبت پیدا کی اور مجھے یہ درس دیا کہ حُسن کی معراج خداوند تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ مجھے اپنی رفیقہ حیات گریس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے جو میری مدد بھی کرتی رہی اور میرا حوصلہ بھی بڑھاتی رہی۔ وہ میرے دل کی دھڑکن بن گئی جس نے مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ میں اس کا بے حد شکر گزار ہوں۔ میں تاہید فلوور کی دوستی اور بے حد مفید تعاون کا بھی شکر گزار ہوں کہ اس نے اشاعت کے پورے عمل میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔ میں ارم عباسی، انور ایمین، انجم میر، ہشام محمود، معراج سید اور جہاد ترک کا بھی سپاس گزار ہوں جنہوں نے اس مسودے کی ریڈنگ اور ایڈیٹنگ میں وقت نگاہ اور بصیرت سے کام لیا۔ معراج سید نے اشاریہ مرتب کرنے، ہشام محمود نے فہرست عنوانات اور معانی اصطلاحات کے حصص میں میرا ہاتھ بنایا، جبکہ انور ایمین نے سوانحی مندرجات کے سلسلے میں تعاون کیا، میں ماڈرن اچھی لکینہ شاہد زعم محمود اور ان کے اہل خاندان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے شکاگو میں ”اس کتاب“ کی ”ریڈنگ“ کی تقریب میں میزبان کا کردار ادا کیا۔ میں الفی اور ایمین کے اہل خاندان کا لاس اینجلس ”ریڈنگز“ کی میزبانی کرنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور بیج کاؤنٹی اسلامک سنٹر نے اروائن میں اور میر فیملی نے کیوگا فائز (اوہائیو) میں ”ریڈنگز“ کی میزبانی کی۔ جبکہ قریشی فیملی نے سان فرانسسکو میں ”ریڈنگ“ کا اہتمام کیا۔ میں ان سب کا دلی طور پر سپاس گزار ہوں۔ میں مسٹر عبدالسلام قریشی کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ”اس کتاب“ کی افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے دست تعاون بڑھایا۔ میں خاص طور پر ان بہت سے قارئین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اپنی آراء اور تبصروں سے نوازا اور ”کتاب“ میں پیش کردہ خیالات اور مضامین کو یکجا کرنے میں مجھ سے تعاون کیا۔ یہ قارئین سال ہا سال میرے لئے ایک مستقل منبع فیض بنے رہے۔ آخر میں میں ”ان کا“ شکریہ ادا کرنا بھی نہیں بھول سکتا، جو اگر موجود نہ ہوتیں تو ”کتاب“ بھی وجود میں نہ آسکتی وہ ہیں میری ”کتابیں“ جو طویل عرصہ سے میری راتوں کی رفیق رہیں اور آئندہ بھی تادم زیست ان کا اور میرا ساتھ رہے گا اور پھر میرے زندگی بھر کے رفقاء وہ فقہائے اسلام ہیں جن کی انمول آراء مجھے حسن کی جستجو میں مدد دیتی رہیں میں ان کا شکریہ ادا کرنا کیسے بھول سکتا ہوں؟

## دیباچہ

وَقَالَ اَرَكُبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا و مُرْسِنَهَا

(اور کہا: سوار ہو جاؤ اس میں اللہ ہی کے نام سے ہے اس کا چلنا بھی اور اس کا ٹھہرنا بھی)

سورہ ہود آیت ۴۱

یہ کتاب..... ”دی کانفرنس آف دی بکس“..... اسلام کے عقلی مزاج اور جدید دور کے مسلمانوں کے رویوں کے تحقیقی مطالعے کا خلاصہ ہے۔ میں نے اس میں جو کچھ پیش کیا وہ بطور ایک قانون دان (فقہیہ) اور بطور استاد امریکہ اور متحدہ دیگر ممالک کے مسلمانوں سے تبادلہ خیال سے حاصل ہونے والے نتائج پر مبنی ہے۔ یہ مضامین مسلمانوں کو شب و روز پیش آنے والے مسائل کے حوالہ سے لکھے گئے اور ان کا حل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ مسائل ”سیاسی جبر“، ”دہشت گردی“، ”سنسزپ“، ”حجاب“، ”عورتوں کے ساتھ مردوں کا عمومی سلوک“، ”والدین کے حقوق“، ”اسلامی قانون کا کردار“، قانون اور اخلاق کا باہمی تعامل“ اور ”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیمات“ کے عنوانات سے زیر غور آئے جو لوگوں سے ملاقاتوں اور تبادلہ خیال سے سامنے آئے اور میں نے اپنی اخلاقی اور روحانی تربیت کی روشنی میں سوالوں کے جواب دے کر حاضرین کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ہو سکی ہے اس کا جواب اپنے قارئین پر چھوڑتا ہوں۔

یہ مضامین کسی خاص نتیجے پر پہنچانے کے لئے سپرد قلم نہیں کئے گئے اور نہ ہی عصر حاضر کے مسلمانوں کی زندگی کے حقائق کے بارے میں عالمانہ مقالات کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں وہ معروضیت بھی نہیں پائی جاتی جس کا عملی مباحث میں خصوصی اہتمام کیا جاتا

ہے۔ ان میں ایک قاری کو میرے موڈ کا اتار چڑھاؤ بھی ملے گا، محبت اور خوشی، اور غم و غصے کی کیفیات بھی ملیں گی اور بعض اوقات طعنیہ انداز سے بھی سابقہ پیش آئے گا۔ مضامین میں جتنی کتابوں کے حوالے آئیں گے وہ سب میری ذاتی لائبریری کا حصہ ہیں جس میں اسلامی تعلیمات پر مبنی کتابوں کے علاوہ یہودیت اور عیسائیت، قانون فلسفہ اور عالمی لٹریچر سے متعلقہ کتابیں بھی موجود ہیں۔ ان سب کتابوں میں مسلمانوں کے مسائل کا کسی نہ کسی طرح ذکر آتا ہے۔ ان کے مصنفین نے اپنے اپنے انداز میں ان مسائل پر بھی اظہار خیال کیا ہے اور دنیا بھر کے انسانوں کی ذہنی سرگرمیوں کا جائزہ بھی لیا ہے۔

کلاسیکی اسلامی کتابیں ماضی کے ذہنی سرمائے اور عقل و تدبیر کا مجموعہ ہیں یہ میرا ایمان و یقین ہے کہ خداوند تعالیٰ کی حیرت انگیز تخلیقات میں سے عقل (INTELLECT) اہم ترین تخلیق ہے جبکہ کتاب ایک عطیہ خداوندی ہے جو سرمایہ فکر و تدبیر کو اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے اور آئندہ آنے والی نسلیں اس سے ہمیشہ مستفید ہوتی رہتی ہیں۔ میں اسی بات کو ذہن میں رکھ کر ماضی کے ذہنی افکار کو جدید دور کے اہل فکر کے سامنے لا رہا ہوں اور آج کے مسلمان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے میری اس کاوش کو ”ایک مسلمان“ قانون دان کے وصیت نامے“ (TESTAMENT OF A MUSLIM JURIST) کے طور پر پیش نظر رکھے۔ کوئی غیر مسلم چاہے تو وہ اس سلسلہ مضامین کو اس کی سماجی اہمیت کے خیال سے پڑھ سکتا ہے۔ اس سے اسے قانون اور مذہب کے دائرے کے بارے میں آگاہی ہو سکے گی۔ جہاں تک اسلام کے پیغام کا تعلق ہے اس میں جملہ انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے۔ میں نے یہ مضامین مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے لکھے ہیں۔ اس کتاب کا ہر مضمون اپنی الگ حیثیت رکھتا ہے اس لئے قاری جسے بھی چاہے اپنی سہولت کے مطابق پڑھ سکتا ہے۔ مضامین میں کوئی ترتیب ملحوظ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم کتاب کے اندر وحدت افکار موجود ہے جو غور و فکر کا خاصا سامان فراہم کرے گی قاری از خود ہی ایک سے دوسرے اور پھر تیسرے اور چوتھے مضمون تک پہنچتا رہے گا۔ اس طرح اسے میرا سارا پیغام پہنچ جائے گا۔

میری اس کتاب کا مقصد دور جدید کے مسلمانوں کو اسلام کے مخصوص مزاج، علم (Knowledge) اور ”خُسن“ (Beauty) سے آگاہ کرنا اور ماضی کے اسلامی ورثہ دانش

و بصیرت کا دور حاضر کے مسلم افکار کے درمیان رشتہ اور تعلق جوڑنا ہے۔ بد قسمتی سے آج کے مسلمان اپنے قدیم علمی ورثے اور اس کی روایت سے اپنا رشتہ توڑ چکے ہیں؛ جس کے نتیجے میں وہ ایک بہت بڑی دولت سے محروم ہو چکے ہیں؛ جس سے اخلاق عامہ اور ان کی ذہنی سطح دونوں پر برا اثر پڑا ہے۔ اسلامی پیغام کا آغاز ایک واحد کتاب..... قرآن مجید..... سے ہوا جو اخلاقی بصیرت اور حسن کا ایک دائمی خزانہ ہے۔ اسی کتاب نے ہمیں حسن اور عظمت کے ایک سرچشمے سے آشنا کیا تھا؛ میں امید کرتا ہوں کہ ”دی کانفرنس آف بکس“ مسلمانوں میں اس کتاب سے پھر سے دلچسپی پیدا کر دے گی اور ان کا اپنے ماضی کے بیش قیمت افکار سے از سر نو تعلق پیدا ہو جائے گا۔

عظیم فقیہ اور ممتاز عالم دین امام الحرمین الجوبینی (متوفی ۷۷۸ھ/۱۰۸۵ء) نے لکھا ہے کہ حصول علم کے لئے ”چھ بنیادی لوازمات ہیں: ذہانت، مستعدی، محنت، استاذ، سفر اور وقت؛ ان کے بغیر علم حاصل نہیں ہو سکتا۔“ علم کے لئے مستعد رہنا پڑتا ہے؛ محنت کرنا پڑتی ہے؛ استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑتا ہے۔ سفر بھی اختیار کرنا ہوتا ہے۔ خواہ اندرون ملک ہو یا باہر جانا پڑے۔ دور اول سے ہی مسلمانوں میں حصول علم ایک کلچر بن گیا تھا؛ اس دور میں ایک مقولہ تھا کہ ”جہد النفس“ اور ”بذل القاریہ“ (ذہنی کاوشوں اور جسمانی عرق ریزی) کے بغیر علم تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ کلاسیکی مسلم سکالرز اکثر کہا کرتے تھے کہ تلاش علم (طلب العلم) منشاء الہی کا جزو لازمہ (Essential Component) ہے اور یہ بھی کہا جاتا تھا کہ خدا کے نزدیک تلاش علم حاصل تلاش سے زیادہ پسندیدہ چیز ہے۔

میں جس ذہنی رویے کا ذکر کر رہا ہوں وہ علم کے ”مشکل الحصول اور گریز پا“ (Difficult & Elusive) ہونے پر یقین کا رویہ ہے۔ یعنی یہ یقین رکھنا کہ علم کا جو شعبہ جتنا زیادہ ”اہم“ ہوگا اتنا ہی زیادہ ”محنت طلب“ ہوگا۔ بہ الفاظ دیگر علم کی ”گریز پائی“ (Elusiveness) اور اس کی ”نارسائی“ (Inaccessibility) خدا کی منشاء اور اس کے منصوبے کے عین مطابق ہے۔ یہ یقین بھی اس رویے کا حصہ ہے کہ علم میں مشغول رہنا عبادت بھی ہے اور عین اخلاق بھی۔ اس ”مشکل اور ناقابل رسائی“ علم کا تعاقب کرتے رہنے سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ مسلمان طلباء حصول علم کو ایک تدریجی عمل سمجھتے تھے اور اپنے افکار کی تعمیر اساتذہ سے حاصل ہونے والی بصیرت پر کرتے تھے۔ اعلیٰ تعلیمی

اداروں میں بحث و مناظرہ کی مجلسیں اسی کوشش کا نتیجہ ہوا کرتی تھیں۔ علم کے سارے خزانوں کا مالک خدا ہے اور چونکہ وہ ہمہ دان (All-knowing) ہستی ہے اس لئے وہ اپنے بندوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ حصول علم کے لئے پیہم کوشاں رہیں گے۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ بندہ اپنی تمام صلاحیتوں کو محنت کی بھٹی میں جھونک کر بھی ”حقیقی سچائیوں“ (God's truth) کے ایک ”حقیر“ سے حصے سے زیادہ نہیں پاسکتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ سچائی ایک اضافی اصطلاح (Relative Term) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تک پہنچنے والا سچ، اصل حقیقت کا محض ایک جزو ہے۔ ہم اپنی سخت محنت، پیہم کوشش اور انتھک بحث و تکرار کے ذریعے خدا کے بے انتہا (Infinite Knowledge) علم کا کچھ نہ کچھ ادراک ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔ گویا اتنی زیادہ سعی اور محنت بروئے کار لا کر بھی حاصل ہونے والا علم..... جزوی اور نامکمل..... ہوگا۔

طلب علم کے لئے کوشاں رہنا خدا کے نزدیک ایک نہایت پسندیدہ رویہ ہے جسے رسول اکرمؐ نے ایک ”مستقل عبادت“ طلب العلم عبادة دانما قرار دیا ہے۔ بعض احادیث میں دین کا علم سیکھنے کو نوافل پڑھنے سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، متعدد احادیث میں یہ کہا گیا ہے کہ ایک متقی عالم (سکالر) ایک ”متقی مگر جاہل عبادت گزار“ (Pious but ignorant Worshipper) پر فضیلت رکھتا ہے۔ ایک اور مقام پر آتا ہے کہ ایک عالم کو جاہل پر جو فوقیت ہے وہ تقریباً اتنی ہی ہے جتنی پیغمبر کو جاہل ترین لوگوں پر حاصل ہے۔ دیگر روایتوں میں آتا ہے کہ بہترین سفر وہ سفر ہے جو حصول علم کے لئے کیا جائے۔ یہ ایک قسم کا ”سفر ہجرت“ ہے جو کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ ایک اور روایت میں فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو علم کی خاطر زمین کے آخری سرے تک بھی سفر کرنا چاہئے یعنی یہ سفر زندگی کے آخری سانس تک جاری رہنا چاہئے۔

کلاسیکی مسلم سکالرز نے اس رویے (Ethos) کے کئی جواز پیش کئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور اس کی تخلیق کے کمالات کو جاننے کا واحد ذریعہ ہے۔ وہ منشاء خداوندی (Divine Will) کی لطافتوں کو معلوم کرنے کے لئے درکار محنت کو ”ذہنی عبادت“ اور اس کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرنے کو ”جسمانی عبادت“ قرار دیتے تھے۔ اگر علم ”مشکل الحصول“ اور ”گریز پا“ نہ ہوتا پھر بندہ جسمانی عبادت تو کر سکتا تھا، ذہنی عبادت